قسط ۲ — مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازہر تک !

سکندریہ کی طرح سینا کو بھی ہم سب رفقا کا اجتماعی حیثیت سے جانے کا ارادہ تھا۔ امیر وفد مولانا علی اصغر صاحب نے اس وقت کے سفیر راجہ ظفر الحق صاحب سے اس سلسلہ میں بات بھی کرلی کہ مدینۃ البعوث الاسلامیہ کی طرف سے گاڑی میسر نہ ہونے کی وجہ سے اگر سفارتخانہ انتظام کر دے تو ہمیں سہولت رہیگی۔ پٹرول کا خرچہ ہم خود برداشت کرینگے۔ لیکن سفیر موصوف کی سفارت کے یہ آخری ایام تھے۔ ملک میں وزیر اعظم کے سیاسی مشیر مقرر ہونے کی وجہ سے مصر چھوڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس لئے وہ اس مسئلہ پر کوئی خاص توجہ نہ دے سکے جبکہ وہاں کے پاکستانی اسکول میں تعطیلات کی وجہ سے سکول کی گاڑی بھی سفارت خانے میں فارغ کھڑی تھی۔ اور شاید اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بڑے لوگوں کی توجہ معمولی اور چھوٹی چیزوں پر تصرف کی عادی ہی نہیں ہوتی۔ بہرحال انفرادی طور پر جانے کا فیصلہ ہوا چند ساتھی تو دورہ کے اختتام پر وطن آنے سے قبل سینا سے ہو کر واپس ہوئے۔ میں اور مولانا عبدالرؤف حنفا حج کے لئے ویزا لینے کی وجہ سے ساتھیوں کے ساتھ نہ جا سکے۔ جب ویزے کی بات یقینی ہوگئی تو ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۸۶ء بروز جمعہ ہم نے سینا جانے کا پروگرام بنایا۔

سینا — سینا ملک مصر کا وہ اہم قطعہ ہے جس پر قدیم مدت سے مصری فخر کرتے آئے ہیں اور یہ مصری تاریخ کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مذہبی، اقتصادی اور فوجی اہمیت کی وجہ سے ہر دور میں سینا کا مصری حکومت کے قیام و زوال پر ایک خاص اثر رہا ہے۔

مذہبی حیثیت — سینا کرہ ارض پر وہ مبارک قطعہ ہے جس کا کلام الٰہی میں بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ خود "سینا" کے اسمی تذکرہ کے علاوہ اس کے بعض اہم متعلقات کو بھی قرآن مجید میں ذکر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ سورہ مومنون میں ارشاد ربانی ہے :-

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ" اور وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے"۔ اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے۔ اور اس درخت کے لئے کوہ طور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ درخت

سب سے پہلے کوہ طور پر پیدا ہوا ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا درخت جو زمین سے اُگا ہے وہ زیتون کا تھا۔ دوسری بار اس کا تذکرہ سورۃ التین میں یوں ہوا۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ : "قسم ہے انجیر کی۔ اور زیتون کی اور طور سینین کی"۔

سینا کے اس علاقہ میں مقدس مقامات میں سے "طور" ہے جس کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں بڑی عظمت کے انداز سے ہو رہا ہے۔ اور پوری ایک سورت اس نام سے موسوم ہے۔

وَالطُّوْرِ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ : "قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی"۔

طُوْر :- عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت اُگتے ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس پہاڑ پر قسم کھانے سے اس کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں۔ ان میں سے ایک طور ہے جس پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی۔

کوہ طور کے اس دامن میں ایک وادی واقع ہے جس کو وادئ مقدس طویٰ کہا جاتا ہے۔ مقامی لوگوں کے ہاں اس کی شہرت صرف "وادی مقدس" سے ہے۔ دنیا میں زمین کے خاص خاص حصوں کو خداوند قدوس نے اپنی حکمت سے امتیاز بخشا ہے۔ جیسے بیت اللہ مسجد نبوی اور بیت المقدس وغیرہ۔ ان ہی مقدس مقامات میں سے ایک یہ وادی طویٰ ہے جس کی عظمت اور حرمت، تقدس اور پاکیزگی پہ قرآن شاہد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب لقاء ربانی کے لئے بلایا گیا تو یوں حکم ملا:-

فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی : "پس اتار ڈال تو اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان طویٰ پر"

ان خصوصی تذکروں کے علاوہ سینا کی اس ریتلی اور صحرائی زمین پر انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے انمٹ نقوش بھی پائے جاتے ہیں اگرچہ آج آنکھ یا کسی دوسرے مدرکہ سے ان نشانات کا ادراک ممکن نہیں لیکن اس بے آب و گیاہ زمین پہ بار بار انبیاء کا آنا جانا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہاں سے گذر رہا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن مجید میں بار بار بطور تشجیع کے ذکر ہوا ہے۔ اس واقعہ کا زیادہ تر تعلق اسی زمین سے ہے۔ گویا اسی زمین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور خداوندی دکھایا گیا۔ چالیس راتوں کی ریاضت کے لئے یہاں کا انتخاب ہوا۔ اعطاء نبوت اور اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰؑ

کی ہمکلامی پھر دستور حیات تورات دیئے جانے کی داستان سینا کے تذکرہ کے بغیر یقیناً ناقص ہے۔ اگر ایک طرف اس زمین کا تقدس مسلمانوں کے ذہنوں میں ہے۔ مذہب اور دین سے اس کا گہرا تعلق ہے تو دوسری طرف یہودیوں کے مذہب کا بھی اس زمین سے بنیادی تعلق ہے۔ ایسے ہی یہودی بھی یہاں کافی آتے رہتے ہیں۔ "سینٹ کا ترین" جو یہودیوں کا قدیم ترین عبادتخانہ ہے وہ سینا کے اسی علاقہ میں واقع ہے۔

فوجی اہمیت کسی علاقے کی فوجی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہاں پر معرکے ہوں معرکوں کے اعتبار سے سینا کا ذرہ ذرہ انسانی خون سے زنگ آلود ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے والے کو دوران مطالعہ قدم قدم پہ یہ احساس ہوتا ہے کہ یہاں کی ہر چٹان سے انسانی خون کی بُو آتی ہے اور پورا علاقہ انسانی خون کے دھبوں سے رنگین ہے۔ اگر وادی نیل کی آبیاری دریا نیل کے پانی سے ہوئی تو صحرائے سینا کے صحرائی زمین کی آبیاری پانی کی جگہ انسانی خون سے ہوئی۔ فراعنہ کے دور سے لیکر آج تک زور آزمائی کے لئے ایک میدان رہا جن قوتوں کو ارض مصر پہ قبضہ ملا تو وہی قوتیں یعنی صلیبی مسیحی اور فرانسیسی طاقتیں یہاں سے داخل ہوئیں۔ اور اگر مصریوں کو اسلام سے واقفیت ہوئی تو وہ اسی راستہ سے روشناس ہوئے۔ فاتح مصر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جب مصر میں قدم رکھا تو سینا کے راستے سے مصر میں داخل ہوئے۔ گویا سینا صرف مصر کے لئے نہیں بلکہ پورے افریقہ کے لئے باب اسلام ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں جب صلیبی طاقت کو شکست ہوئی تو اس شکست خوردہ قوم کو بھی سینا کے راستے سے نکلنا پڑا۔ چند سال قبل آدم خور اسرائیلیوں کو اپنی طاقت آزمانے کا خیال آیا۔ تو انہوں نے بھی یہاں پہ قبضہ کر کے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسرائیلیوں کے قبضہ سے پورے عالم اسلام کو دکھ پہنچا مصریوں نے اپنی محبوب زمین واپس لینے کے لئے ہر طریقہ اپنایا لیکن ناکامی ہوئی۔ آخر کار ۱۹۷۳ء میں یہودیوں سے ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے اسرائیل مقبوضہ علاقے سے بادل نخواستہ نکلا۔ لیکن مصریوں کو یہ معاہدہ بڑا مہنگا پڑا۔ اسی معاہدے کی رُو سے اسرائیلی قوت اور طاقت کو تسلیم کرنا پڑا جو پورے عالم اسلام کے منشور سے صریح خلاف ورزی تھی جس کی وجہ سے مصر پورے عالم اسلام سے کٹ گیا۔ اور میدان میں تنہا رہ گیا۔ عرب ممالک کے سفارتی تعلقات منقطع ہوئے۔ اور آج تک منقطع ہیں۔ مصر نے یہ سب کچھ برداشت کیا

لیکن سینا کے علاقہ کو واپس لینے کو ترجیح دی۔ آج سینا کے اس صحرائی علاقے میں قدم قدم پر فوجی چوکیاں قائم ہیں۔ اور دن بدن چوکیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اقتصادی اہمیت

سینا، ۶۱ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ جو مصر کے کل رقبہ کا ۶ فیصد ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے اگرچہ ایک مختصر قطعہ ہے لیکن قومی آمدنی کے اعتبار سے اہم کردار ادا کر رہا ہے کیونکہ عرب ممالک کا قومی سرمایہ اور اہم دولت پیٹرول اور تیل ہے اگر دنیا کے سپر طاقتوں کو اپنی ایٹمی طاقت پر ناز ہے تو عالم عربی کے تیل کے ذخائر ایٹمی طاقت سے کم نہیں۔ قدرت کا عجیب نظارہ ہے کہ تیل برآمد کرنے والے ممالک اسلامی ممالک ہیں۔ چند سال قبل عالمی منڈیوں میں تیل کی اہمیت کے پیش نظر مسلمان اپنی اس طاقت کو بطور ایٹم بم استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن کسی مستقل اور پائیدار منصوبے کی جگہ پہ تیل صرف آبادیوں پر خرچ ہوا۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی فلک بوس عمارتیں تیل کی برکت سے ہیں بدقسمتی سے مسلمان قوم تیل سے وہ استفادہ نہ کر سکی جو ان کو کرنا چاہیے تھا۔ مار آستین یعنی یورپی درندوں کے عیارانہ اور منافقانہ پالیسیوں کے مسلمان ممالک شکار ہوئے۔ اور یوں ایک قیمتی دولت وافر مقدار میں سینا میں موجود ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق پچیس ملین ٹن پیٹرول سالانہ یہاں سے حاصل ہوتا ہے جبکہ قدرتی گیس کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ قیمتی معدنیات، جواہر اور دھاتوں کے لئے ایک مرکز ہے۔ فیروزہ کی ایک خاص قسم مدتوں تک سینا کے نام سے مشہور رہی۔

ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کے رش کی وجہ سے سینا جانے کے لئے ائیر کنڈیشنڈ بسوں میں ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔ ہم بھی رات ہی سے ٹکٹ لے کر صبح سویرے اڈہ پہ پہنچ گئے۔ گاڑی کی روانگی کے لئے سات بجے کا وقت مقرر تھا لیکن چند عوارض کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ سوا سات کے قریب گاڑی آئی۔ سواریاں تیار کھڑی تھیں۔ ہر ایک اپنی اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ چند منٹوں میں گاڑی تیار ہو کر روانہ ہوئی۔

قرآن مجید شوق سے سننے پر انسان کو ایک روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے لیکن مقام اور ماحول کی نسبت سے جب آیات سنی جائیں تو اس کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں مدنی سورتیں اور مکہ مکرمہ میں مکی سورتوں کی تلاوت سننے کا لطف کچھ اور

ہی ہوتا ہے۔

بس میں ہم اسی جیسے لطف سے سرشار تھے۔ قاہرہ سے ابھی ہم نہیں نکلے تھے کہ قاری خلیل حصری کی آواز میں سورہ قصص کی تلاوت شروع ہوئی۔ اور ابتداء میں وہ آیات سنیں جنہیں ملک مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکلنے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّيٓ أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَآءَ السَّبِيلِ۔ اور جب موسیٰ مدین کی طرف نکلے تو بولے امید ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ پر چلائے گا

یہ آیات سن کر عجیب احساس ہوا کہ ان دشوار گزار پہاڑیوں، ریتلی زمین اور بغیر کسی رہبر و رہنما کے آپ کیسے منزل مقصود کو پہنچے؟ ... لیکن نصرت الٰہی کی وجہ سے یہ دشوار گزار راستے آپ کو آسان ہوئے۔ تلاوت سنتے سنتے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ سات گھنٹوں کا سفر طے کرنے کے بعد وادیٔ مقدس میں داخل ہوئے۔ بس والے عموماً زائرین اور سیاحوں کو "سینٹ کاترین" کے سامنے برلب روڈ اتار دیتے ہیں۔ روڈ پر اتر کر ہمیں ایک مصری دوست ناصر کی رفاقت نصیب ہوئی۔ بڑے خوش اخلاق اور کریم النفس شخص تھے۔ ہم خوش ہوئے کہ شاید یہاں سے واقف ہونے کی بنا پر ہماری رہنمائی کر سکے۔ اگرچہ ہمارا یہ خیال خام ثابت ہوا اور وہ بھی ناواقفیت کی وجہ سے ہم سے کچھ زیادہ جاننے والا نہیں نکلا۔ تینوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ پہلے ان سامنے ہوٹلوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ بعد میں باقی پروگرام جاری رکھیں گے۔ لیکن ہوٹلوں پر جا کر معلوم ہوا کہ یہاں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عافیت اس میں سمجھی کہ پہلے مشہور مقامات کی سیر کریں۔ بعد میں رات کے لئے دیکھیں گے چنانچہ ہم تینوں یہاں سے "سینٹ کاترین" کے لئے روانہ ہوئے۔

سینٹ کاترین

"سینٹ کاترین" روڈ سے چند قدم کے فاصلہ پر جبل موسیٰ کے دامن میں یہودیوں کا مقدس اور قدیم ترین عبادت خانہ ہے۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں سے ان کے آباء و اجداد کی قسمت کے فیصلے ہوئے۔ یہاں سے ان کو کتاب ملی۔ اور یہاں سے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ مقامی لوگوں کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم بھی یہاں سے ملا۔ اردگرد سنگی دیواریں ہیں اور ایک چھوٹے سے دروازے سے اندر جانا پڑتا ہے۔ چار دیواری کے اندر پرانے درخت کے کچھ آثار ہیں۔ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق یہ اُس درخت کے آثار ہیں۔ جس درخت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلوہ ربوبیت

کے مظاہر نظر آئے تھے۔ جمعہ اور اتوار کے علاوہ دیگر ایام میں یہ دروازہ صبح سات بجے سے دو بجے تک زائرین کے لئے کھلا رہتا ہے۔ ہم جمعہ کے دن پہنچے تھے چھٹی کی وجہ سے اندر نہ جاسکے۔ اس لئے اندرونی کیفیت کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ارد گرد گھوم کر قریب ہی ایک کنواں نظر آیا۔ وضوء کر کے ظہر کی نماز پڑھی اور جبل موسیٰ پر چڑھنے کو تیار ہوئے۔

جبل موسےٰ

جبل موسیٰ ۲۲ ہزار میٹر بلند ہے۔ مقامی لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں گذار کر ریاضت کی۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک مسجد اور ایک گرجا بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم اور مسلم کثرت سے اس پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ شائقین کی کثرت کے باوجود یہ پہاڑی راستہ ہے اور اس پہ پیدل جانا پڑتا ہے۔ دوران سفر کافی دقت ہوتی ہے۔ میرے دونوں ساتھی عین وسط میں پہنچکر ہمت ہار گئے مجھے خود پہاڑی راستوں سے واقفیت کی وجہ سے یہاں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ آہستہ آہستہ ساتھیوں سے حوصلہ افزاء باتیں کرتے ہوئے تین گھنٹے کے بعد انتہا پہ پہنچ گئے۔ مسجد کے نیچے ایک غار دیکھا اور نیچے چند قدم کے فاصلہ پہ پانی کا ایک کنواں نظر آیا۔ مقامی لوگوں کے کہنے کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس رات اسی غار میں رہے اور اس کنوئیں سے پانی پیتے رہے۔ واللہ اعلم کہاں تک یہ درست ہے۔ کچھ وقت گذار کر واپس دو گھنٹوں میں آئے۔ دوبارہ سینٹ کاترین پہ آکر اترے۔ یہ طے ہوا کہ قریب کسی مسجد میں جا کر مغرب اور عشاء پڑھنے کے بعد ہوٹلوں کی خبر لینگے۔ خوش قسمتی سے ایک گاڑی آئی اور ہمیں بٹھا کر "وادی مقدس" کی ایک سرکاری جامع مسجد لے گئی۔ مسجد میں مغرب پڑھنے کے بعد خطیب صاحب سے ملاقات ہوئی جنکا نام استاذ ابراہیم سعید تھا اور جامعہ ازہر کے کلیۃ اصول الدین سے فارغ تھے۔ چند دنوں سے ان کی تبدیلی قاہرہ سے یہاں ہوئی تھی۔ ناواقفیت کے باوجود انہوں نے ہماری بہت قدر کی۔ مسجد کا ایک پورا کمرہ رات گذارنے کے لئے ہمارے حوالہ کیا۔ بہت عزت سے پیش آئے۔ صبح کی نماز پڑھانے کا مجھے موقعہ دیا۔ سورۃ طٰہٰ کے ابتدائی رکوعات پڑھ کر مقام کی مناسبت سے عجیب لطف آیا۔ سات بجے واپسی کے لئے گاڑی ملی۔ اور یہاں سے گاڑی میں بیٹھ کر "مفرق" پہ آکر اترے۔ ارادہ تھا کہ "شاطئ البحر" اور "عیون موسیٰ" کو دیکھنے کے لئے جائینگے۔ مفرق سے "عیون موسیٰ" تک اکسٹھ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے جب کہ "سینٹ کاترین" ایک سوچھ کیلومیٹر کے فاصلہ پہ ہے۔ گاڑی کے انتظار میں کافی دیر تک

کھڑے رہے۔ اچانک ایک پک اپ گاڑی ہمارے پاس آکر رک گئی۔ اور ہمیں بٹھا کر ۱۶ کیلو میٹر کا یہ راستہ آدھ گھنٹے سے کم وقت میں طے کیا۔ بحر احمر کے کنارے پر کچھ وقت گزار کر واپسی کے لئے سوئیس کی گاڑی میں بیٹھ گئے اور دن کے بارہ بجے کے قریب سوئیس پہنچے

سوئیس اگرچہ ابتدا میں کوئی اہم قصبہ یا شہر نہیں تھا لیکن "نہر سویز" بن جانے کے بعد ایک خاصہ قصبہ بن گیا۔ آجکل مصر کے بڑے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ بحری جہازوں کے آنے جانے کے لئے یہ راستہ استعمال ہوتا ہے اور ایک بڑی بندرگاہ ہے۔ نہر سویز جو مصر کے بحری ذرائع آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے اس کی وجہ سے یہ شہر بہت متعارف ہے اسوقت ہم یہاں زیادہ دیر تک نہ رہے۔ بلکہ "اسمٰعیلیہ" کے لئے گاڑی کے انتظار میں دس پندرہ منٹ خرچ ہوئے۔ البتہ بعد میں حج کے لئے جانا یہاں سوئیس سے تھا اس لئے پھر ایک رات و دن ہمیں یہاں رہنا پڑا۔ یہاں سے اسمٰعیلیہ کے لئے بس میں بیٹھ کر اسمٰعیلیہ سے "پورسعید" چلے گئے۔

پورسعید پورسعید ایک مصروف ترین بندرگاہ ہے۔ نہر سویز جو بحر احمر کو بحر ابیض کے ساتھ ملاتی ہے۔ بحر ابیض سے یہاں پورسعید کی بندرگاہ پر ملتی ہے۔ ہر وقت بندرگاہ میں چہل پہل رہتی ہے۔ غیر ملکی جہازوں کا آنا جانا یہاں بہت زیادہ رہتا ہے۔ اس لئے یہاں پر غیر ملکی اشیاء بڑی آسانی سے مل سکتی ہیں۔ اردگرد ایکسائز والے اہتمام کیساتھ نگرانی کرتے ہیں۔ تلاشی کا طریقہ عجیب ہے۔ پھاٹک پر آکر تمام گاڑیاں کھڑی ہو جاتی ہیں سواریاں گاڑی سے اتر کر ایک عمارت میں چلی جاتی ہیں۔ اور اس عمارت میں انکی تلاشی لی جاتی ہے۔ جبکہ خالی گاڑی دوسری عمارت میں لے جاکر وہاں اسکی تلاشی الگ ہوتی ہے۔ معمولی معمولی اشیاء کا لیجانا جرم ہے۔ لیکن رشوت کی لعنت کے عادی ہونے کی وجہ سے یہاں پر بھی اسمگلنگ کامیابی سے لوگ کر جاتے ہیں۔

پورسعید کو جانا میرے ایک دوست کی دعوت پر تھا۔ کورس کے دوران مصری خطباء سے کچھ راہ و رسم بن گئے تھے۔ جن میں سے ایک دوست "احمد علی احمد" ایک نابینا خطیب تھا۔ بہترین قاری اور عالم تھا۔ پورسعید کی ایک مسجد میں خطیب ہونے کے علاوہ ایک دوسری مسجد میں شام کو درس بھی دیتے تھے۔ ان کے باربار اصرار پر ہم ان کے پاس ایک رات ٹھہرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اس کے والد علی احمد بہت پاکیزہ نفس شخص تھے۔ تمام گھر ہماری خدمت کرتا رہا

پی این ایس سی کے لئے قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونے کے اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن

قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

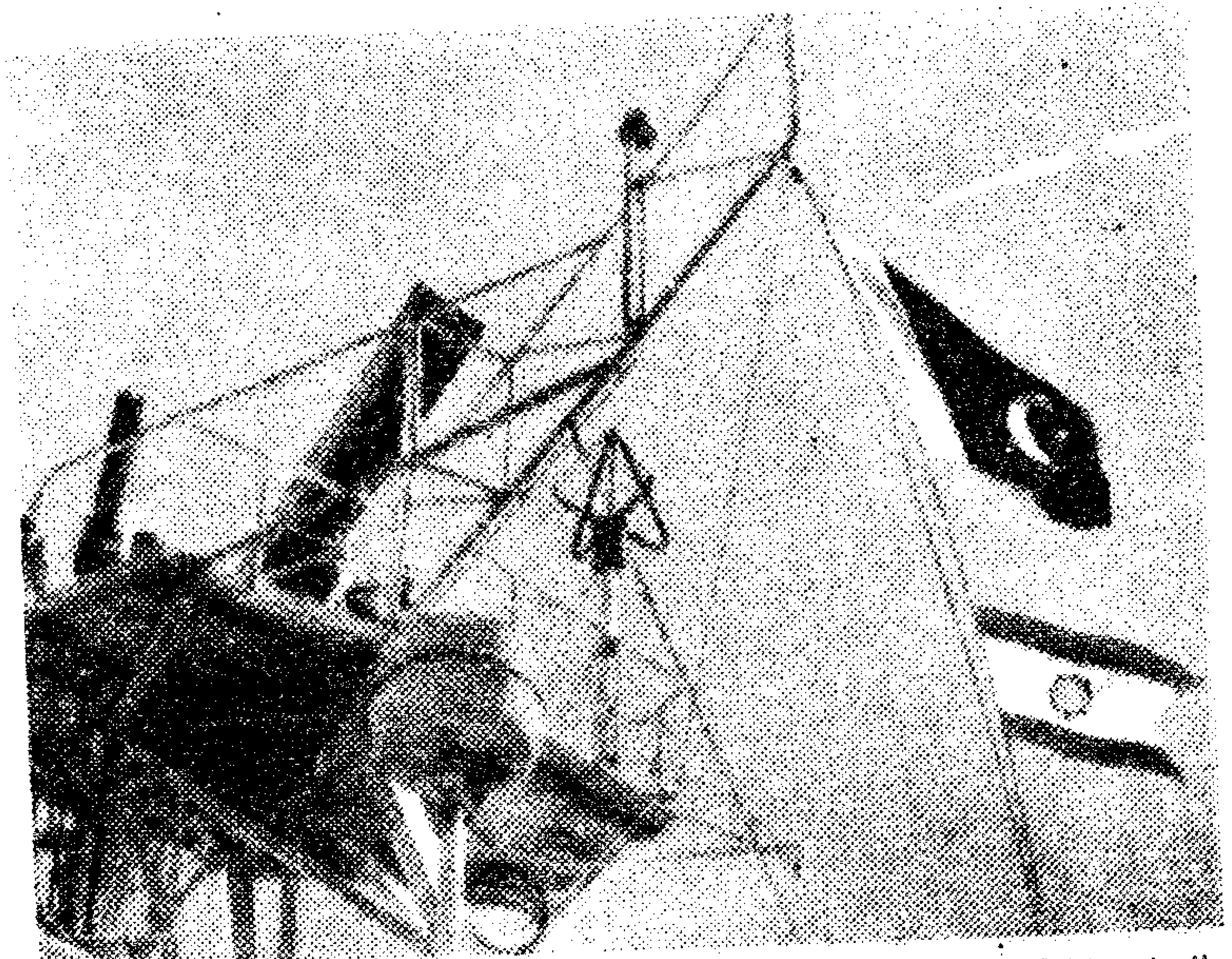

(PID Islamabad)

Paragon ● PNSC-15

UNIFOAM
یونی فوم
جدید ترین آٹومیٹک پلانٹ پر
تجربہ کار ماہرین کی زیر نگرانی تیار کردہ
تیار کردہ: یونائیٹڈ فوم انڈسٹریز لمیٹڈ (لاہور) پاکستان
یوسف سنٹر
بانو بازار راولپنڈی
66754
66933